مولانا محمد عبدالحق چوہان

آخری قسط

جادۂ اعتدال

علماء اصول حدیث کی اس تحقیق کے بعد سبائیوں کی اوّلی بدعات اور ان کی مخترعات کا شمار اس طرح ہو گا صحابہ کرام کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک کا اوّل محرک سبائیوں کا یہی قائد عبداللہ بن سبا یہودی ملعون ہے :۔

کان عبد اللہ بن سبا اول من اظہر ذٰلک ۔ (لسان المیزان صفحہ ۲۹ ج ۳)	عبداللہ بن سبا ہی پہلا آدمی ہے جس نے اس خیال (صحابہ کے خلاف عدم اعتماد) کو ظاہر کیا۔

رجعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقیدہ کی بنیاد بھی اسی کا اختراع ہے ۔

احادیث نبوی میں کذب بیانی کی آمیزش کی بنیاد بھی اسی ملعون یہودی نے قائم کی

اول من کذب عبد اللہ بن سبا (لسان المیزان صفحہ ۲۸۹ ج ۳)	اور سب سے پہلے جس نے جھوٹ بولا یعنی جھوٹی حدیث بنائی وہ عبداللہ بن سبا ہی تھا۔

تصحیف کا بانی یہی ملعون ہے جیسا کہ شیخ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے ۔

بقول نعمانی صاحب کے اس کتابچہ کے صفحہ دوم پر یہ دو شعر مرقوم ہیں :۔

چوں محافظ مصحف خدا است غنی	دین است غنی دین پناہ است غنی
سر داد نداد دست در دست یہود	حقا کہ بنائے لاالٰہ است غنی

اصولی طور پر نعمانی صاحب کا اس مصرعہ پر یہ اعتراض صحیح ہے کہ "بنائے لا الٰہ" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہیں بن سکتے ۔ لیکن اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ اشعار غلط طور پر منقول ہیں یہ اشعار اس طرح صحیح ہیں ۔

بر فلکِ عدل مہر و ماہ ست غنی	شاہ است غنی بادشاہ ست غنی
چوں جامع مصحف الٰہ ست غنی	دین است غنی دین پناہ ست غنی
ہم زلف علی و خالوئے حسنین	فردوس دل و خلد نگاہ ست غنی
صدیق و عمر بہر دیں سقف و عماد	باب است علی شہر پناہ ست غنی

سر داد نہ داد دست در دست یہود
حقا کہ نشانِ لاالٰہ ست غنی

(نتیجۂ فکر مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری)

باقی یہ مصرعہ کہ " سر داد نداد دست در دست یہود" اس پر نعمانی صاحب برافروختہ ہیں کہ اس سے تو پھر لازم آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ محمد بن ابی بکر اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما (معاذ اللہ) یہودی ہیں۔ اس پر ہم یہ عرض کریں گے کہ مرتب رسالہ کے زعم باطل کے مطابق اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ قتل عثمان کی سازش میں شریک ہیں تو پھر واقعی یہ امر لازم آتا ہے کہ یہ حضرات یہودی تحریک کے آلہ کار تھے۔ لیکن اصل واقعہ یہ ہے کہ اس شعر میں تحریک کا بانی مراد ہے۔ اور اصولی طور پر ہر تحریک اپنے اول مؤسس کی طرف منسوب ہوتی ہے چونکہ اس تحریک کا اول مؤسس یہودی تھا جیساکہ اس کی طرف پہلے اشارہ گذر چکا ہے اس لئے اس تحریک کو یہود کی تحریک سے تعبیر کریں گے اور اس تحریک میں شریک افراد کے مطالبات کو یہود کے مطالبات سے تعبیر کریں گے اور سبائیوں کا اصل مطالبہ چونکہ یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلافت سے دست برداری اختیار کرلیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہلے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ خلافت سے دست برداری ہرگز اختیار نہ کرنا اس لئے انہوں نے شہید ہونا قبول کرلیا لیکن یہودی تحریک کے بنیادی مطالبہ کو بالکل ہی تسلیم نہ کیا اس پس منظر کی روشنی میں اس مصرعہ کی صداقت بالکل ہی روشن ہے،

"سر داد نداد دست در دست یہود"

ہم اپنے موقف نظریہ کی مزید تائید کے لئے مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "تدوین حدیث" سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں:۔

> اس تحریک کے متعلق بیسیوں باتیں کہی جاتی ہیں لیکن جس چیز نے اس تحریک کو عجیب وغریب چیز بنا دیا تھا وہ اس کی اصلی روح تھی یعنی اس جوہری قوت کو قطعی طور پر ختم کر دینے کا ارادہ کر لیا گیا تھا جو اسلام کی پشتبانی اور نصرت کے لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد "صحابیت" کی شکل میں قدرت کی طرف سے جمع کر دی گئی تھی کھلی ہوئی بات تھی کہ اسی خداداد قوت کو لے کر پیغمبر آگے بڑھے تھے۔ عرب کے دس لاکھ مربع میل پر پیغمبر کی زندگی میں جس اقتدار حاصل کرنے میں اسلام کامیاب ہوا تھا یا آپ کے بعد چند ہی سالوں میں روئے زمین میں سب سے بڑی سیاسی طاقت کا قالب اسلام نے اچانک جو اختیار کر لیا تھا۔ یہ سب کچھ ہوا، خدا کی عطا کی ہوئی اسی قوت کے بل بوتے پر ہوا تھا اسلام کے بچے کھچے حریف عرب کے مختلف گوشوں میں جو چھپے دبے تھے عہد عثمانی کے آخری زمانے کے ماحول کے بعض پہلوؤں کو اپنے پوشیدہ اغراض کی تکمیل کے لئے مناسب اور موزوں پا کر مخفی راہوں سے یہی ارادہ کر کے اٹھے کہ "صحابیت" کی اس قوت پر کوئی ایسی کاری ضرب لگائی جائے جس کے بعد اسلام کا دینی سرمایہ ہو یا دنیوی خود بخود صفر بن کر رہ جائے گا۔ تحریک چلانے والے بڑے ہوش وگوش کے

لوگ تھے ۔ قیادت جنوب عرب (یمن) کے یہود کے ہاتھ میں تھی جو آغاز اسلام سے پہلے ہی اگرچہ اس علاقہ کی حکومت کھو چکے تھے لیکن پھر بھی ان کی ذہنی اور دماغی سطح عرب کے عام باشندوں سے بلند تھی جو حکمران قوم کی وراثت کا لازمی نتیجہ تھا ۔ (تدوین حدیث)

اپنے اس رسالہ میں نعمانی صاحب ایک مقام پر تحریر کرتے ہیں کہ :۔

"مجلس عثمان غنی کے عقیدے کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز نہ تھے"

اور اپنے اس دعویٰ پر بطور دلیل کے مجلس عثمان غنی کی طرف سے شائع کردہ یہ عبارت پیش کی ہے :۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص میں غفلت برتنے پر برسوں خلافت کا نظام درہم برہم رہا ۔

مجلس عثمان غنی کی طرف سے شائع کردہ اس عبارت کا اگر واقعی یہی مفہوم ہے کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خود نظام خلافت ہی منقطع ہوگیا تو نعمانی صاحب کی بات درست ہے کیونکہ اس نظریہ کو تسلیم کر لینے کے بعد واقعی یہ بات لازم آتی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت متحقق ہی نہیں ہوئی ۔ حالانکہ اہل سنت کے عقیدے کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ راشد ہیں ۔

اور اگر اس عبارت کا مفہوم یہ لیا جائے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مقاصد نظام خلافت میں خلل واقع ہوگیا تھا تو پھر یہ بات بالکل ہی صحیح ہے ۔ یہ صرف ہماری رائے نہیں بلکہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور شاہ اسمٰعیل رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے بھی یہی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت، خلافت غیر منتظمہ ہے ۔

تنبیہ ثالث :۔ در ذکر امامت تامہ و آں را خلافت راشدہ و خلافت علی منہاج النبوت و خلافت رحمت نیز گویند، باید دانست کہ چوں چراغ امامت در شیشۂ خلافت جلوہ گر، گردید نعمت ربانی در باب پرورش نوع انسانی با تمام رسید و کمال روحانی با کمال ایں رحمت رحمانی بمشابہ نور علی نور بشان آفتاب درخشید ہر چند بقیام خلافت راشدہ از جانب حق نعمت و رحمت تمام و کامل گردید، اما گاہے سعادت اہل زمان اقتضا می نماید کہ

تنبیہ ثالث امامت تامہ کے ذکر میں، امامت تامہ کو خلافت راشدہ، خلافت علی منہاج النبوت اور خلافت رحمت بھی کہتے ہیں ۔ واضح ہو کہ جب امامت کا چراغ شیشۂ خلافت میں جلوہ گر ہوا تو نعمت ربانی بنی نوع انسانی کی پرورش کے لئے کمال تک پہنچی اور کمال روحانی اسی رحمت رحمانی کے کمال کے ساتھ نور علی نور آفتاب کے مانند چمکا ۔ اگرچہ خلافت راشدہ کے قیام کے لئے نعمت و رحمت حق جل و علا کی طرف سے تمام اور کامل ہوئی لیکن کبھی اہل زمانہ

جماہیر اسلام بر قبول خلافت راشدہ اتفاق
نمایند و بجان و دل حکومت خلیفۂ راشد اختیار
کنند امر خلافت ربانی انتظام می گیرد و مقدمہ
سیاسۃ ایمانی بخوبی سرانجام می پذیرد و آں را
خلافت منتظمہ می گویند و در بعضے احیان بحسب
تقدیر ربانی و تقضائے آسمانی ہر چند خلیفۂ
راشد بر روئے کار می آید و در باب اقامت
خلافت سعی بلیغ بجا می آرد فاما اتفاق جماہیر
مسلمان صورت نہ بندد و انتظام کار امت
دست ندہد پس دریں صورت اگرچہ راشد
موجود است و در اقامت خلافت ساعی نا ما
انتظام خلافت بوقوع نیامدہ آں را خلافت
غیر منتظمہ می گویند پس خلافت راشدہ دو قسم شد
خلافت منتظمہ مثل خلافت خلفاء ثلاثہ و خلافت
غیر منتظمہ مثل خلافت مرتضیٰ علی علیہ السلام۔
(منصب امامت ص۳۷)

کی سعادت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ جمہور
اہل اسلام خلافتِ راشدہ کے قبول پر اتفاق
کریں اور جان و دل سے خلیفۂ راشد کی حکومت
تسلیم کریں تو خلافت ربانی منظم ہو جاتی ہے
اور سیاسۃ ایمانی کا مقدمہ بخوبی انجام پاتا ہے
اس کو خلافت منتظمہ کہتے ہیں۔ بعض وقت
تقدیر ربانی اور تقضائے آسمانی کے بموجب
خلیفہ راشد ظہور فرماتا ہے اور اقامتِ خلافت
کے لئے بہت کوشش کرتا ہے لیکن جمہور مسلمین
کا اتفاق صورت پذیر نہیں ہوتا اور امت کا
انتظام ظہور میں نہیں آتا اسے خلافت غیر منتظمہ
کہتے ہیں۔ پس خلافت راشدہ کی دو قسمیں ہوئیں
ایک خلافت منتظمہ جیسا کہ خلافت خلفائے ثلاثہ
دوسری خلافت غیر منتظمہ جیسا کہ خلافت علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہ)

حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۱۱۷۶ھ اپنی مشہور کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" کے ایک فصل میں ان تغیرات کا ذکر کیا ہے جو کہ امت میں واقع ہوئے ہیں۔ انہی تغیرات کے ذیل میں رقمطراز ہیں :

تغیر ثالث قتل حضرت ذی النورین و آنچہ بر
آں مرتب شد و ایں اعظم تغیرات است
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آں را حد فاصل
نہادند در میان زمان خیر و زمان شر و مطمح اشارات
ہماں تغیر را ساختند در احادیث بسیار کہ ہمہ

تغیر ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت
اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج ہیں
اور یہ بہت ہی بڑا تغیر ہے اسی کو نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے زمانۂ خیر اور زمانۂ شر کے درمیان
بطور حد فاصل کے بیان کیا ہے۔ اور بہت

بحیثیت اجتماعی متواتر باشند و آنجا خلافت خاصہ منتظمہ منقطع شد۔
(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء ص۱۵ ج۱)

سی احادیث میں اس تغیر کو مرکزی نقطہ کے طور پر بیان فرمایا ہے جن کی مجموعی حیثیت تواتر معنوی کی ہے اور اسی تغیر پر خلافت خاصہ منتظمہ منقطع ہو گئی تھی۔

ایک اور مقام پر اسی مقصد کو حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ تفصیلاً بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں :

باید دانست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در احادیث متواترۃ المعنیٰ افادہ فرمودند کہ حضرت عثمان مقتول خواہد شد و نزدیک بقتل او فتنہ عظیمہ خواہد برخاست کہ تغیر اوضاع و رسوم مردم کند و بلائے آں مستطیر باشد زمانی کہ پیش از آں فتنہ است آں را باوصاف مدح ستودند و ما بعد آں را ذم نکوہیدند و استقصار نمودند در بیان آں فتنہ تا آنکہ مطابقت موصوف برآنچہ واقع شد بر ہیچ فردے مخفی نماند و بابلغ بیان واضح ساختند کہ انتظام خلافت خاصہ بآں فتنہ منقطع خواہد شد و بقیہ برکات ایام نبوت روئے باختفاء خواہد آمد و ایں معنیٰ را تا بحدے ایضاح کردند کہ پردہ از روئے کار برخواست و حجۃ اللہ بثبوت آں قائم شد و آں خبر در خارج متحقق گشت بآں وجہ کہ حضرت مرتضیٰ با وجود رسوخ قدم در سوابق اسلامیہ و فور اوصاف خلافت خاصہ انعقاد بیعت برائے او و وجوب انعقاد رعیت فی حکم اللہ بہ نسبت او متمکن نشد در خلافت و

جاننا چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر معنوی سے اس طرح کی احادیث منقول ہیں جن سے یہ امر مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کئے جائیں گے اور ان کی شہادت کے وقت بہت ہی بڑا فتنہ نمودار ہوگا وہ ایسا فتنہ ہوگا کہ لوگوں کے حالات بدل جائیں گے اور اس فتنہ کی مصیبت پھیل جائے گی ، وہ زمانہ جو اس فتنہ سے پہلے ہے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کے متعلق ایسی وضاحت بیان فرمائی کہ کسی شخص پر بھی وہ فتنہ مخفی نہ رہا اور آپ نے واضح بیان سے یہ بات بھی فرمائی کہ خلافت خاصہ کا نظام اس فتنہ سے منقطع ہو جائے گا ۔ اور ایام نبوت کی برکات بھی اس فتنہ کی نحوست سے ناپید ہو جائیں گی ۔ ان امور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح واضح انداز میں بیان فرمایا کہ کسی شخص کے لئے بھی اس کا اخفاء باقی نہ رہا اور اس کے ثبوت پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو گئی ۔ اور خارج

در انتظام ارض حکم او نافذ نگشت و تمام مسلمین
تحت حکم او سر فرود نیاوردند و جہاد در زمان
وے رضی اللہ عنہ بالکلیہ منقطع شد و افتراق
کلمہ مسلمین بظہور پیوست و اختلاف ایشاں
رخت بعدم کشید و مردم بحروب عظیمہ باہم
پیش آمدند و دست او از تصرف ملک کوتاہ
ساختند و ہر روز دائرہ سلطنت او لاسیما
بعد تحکیم تنگ تر شدن گرفت تا آنکہ در آخر
بجز کوفہ و ماحول آن برائے ایشاں صافی
نماند و ہر چند ایں خللہا در صفات کاملہ نفسانیہ
ایشاں خلل نینداخت لیکن مقاصد خلافت
علی وجہہا متحقق نگشت۔

(ازالۃ الخفاء صـ۱۲۲ ج ۱)

میں ان حالات کا وقوع اور تحقق اس طرح ہوا کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ باوجود اس کے کہ سابقیت
اسلام کی فضیلت انہیں حاصل تھی اور خلافت خاصہ
کے اوصاف ان کی ذات ستودہ صفات میں
بطریق اتم موجود تھے لیکن اللہ کی تقدیر اور حکم
الٰہی میں ان کی ذات پر بیعت کی تمامیت
کا انعقاد نہ ہو سکا اور نہ ہی ان کا حکم نافذ ہو
سکا۔ اور ان کے دورِ خلافت میں تمام مسلمانوں کی
اطاعت انہیں حاصل نہ ہو سکی، اور ان کے زمانۂ
خلافت میں جہاد بالکل نہ ہو سکا اور مسلمانوں کے
درمیان اختلاف و افتراق پورے طور پر ظاہر ہو گیا
اور مسلمانوں کی آپس میں محبت و مودت مفقود ہو گئی
اور ان کے ساتھ بہت ہی بڑی لڑائیاں لڑی
گئیں۔ اور روز بروز ان کے حیطۂ تصرف میں
کمی واقع ہوتی گئی خصوصًا واقعۂ تحکیم کے بعد اس
تنگی کا ظہور زیادہ ہو گیا اور آخر میں تو صرف کوفہ
اور اس کے گرد و نواح تک ان کی حکومت
محدود ہو گئی۔ لیکن ان امور کے باوجود پھر بھی ان
کی ذاتی صفات میں کسی قسم کا نقص واقع نہیں ہوا
اور نہ ہی یہ چیزیں ان کے کمالات شخصی میں خلل انداز
ہو سکیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ مقاصدِ خلافت
پورے طور پر متحقق نہ ہو سکے تھے۔

یہ وہ مباحث ہیں جن پر نقد و تبصرہ ہم نے ضروری سمجھا۔ وللہ عاقبۃ الامور،

الحمد للہ اولاً و آخرًا ظاہرًا و باطنًا و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ
و صفوۃ بریتہ محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ و ازواجہ اجمعین ہ